خالد کمال مبارک پوری

(قاہرہ)

اسلام میں عورت کا درجہ

اسلام نے عورتوں کی اہمیت اور ان کی رفعت شان کو دنیا کے سامنے پیش کر کے جس فراخدلی اور وسعت نظر کا ثبوت دیا ہے وہ قابل صد تحسین ہے۔

اس سلسلہ کا سب سے پہلا اقدام یہ ہے کہ مردوں کے اذہان کو ان گندہ خیالات سے پاک و صاف کر دیا گیا جو عورتوں کے تعلق مذہبی اور سیاسی انجمنوں کے ذریعہ عوام کے دل و دماغ میں دوڑا دیئے گئے تھے لڑکوں کی بعد ناز و نعم پرورش کرنا لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی قتل کر دینا یا زندہ درگور کر دینا، ان کے حقوق کو غصب کر کے ان کو ذلیل و خوار کرنا محض عورتوں ہی پر ظلم نہیں ہے بلکہ انسانیت کے پیر پر کلہاڑی مارنا ہے کتنے افسوس کی بات ہے کہ صنف نازک جو ہماری اجتماعی زندگی کے لئے خشت اول کا مرتبہ رکھتی ہے۔ جس کے دم سے ہماری شیرازہ بندی ہے۔ اور جو ہمارے سرور و نشاط، ہموم و آلام میں شرکت کرتی ہے۔ نفس پرست اور ظالم مردوں کے ہاتھ کٹھ پتلی بنی ناچ رہی ہے۔

اسلام کی عدالت سے ایسے مجرموں کو سخت سزا دی گئی، حتیٰ کہ انہیں اس لائق نہ سمجھا گیا کہ مخاطب بنایا جائے اور قرآن بار بار وعیدانہ انداز میں انہیں جھٹکار رہا ہے:

وَاِذَا الْمَوْءُدَةُ سُئِلَتْ ۝ بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ

اور جب موؤدہ سے سوال کیا جائے گا کہ وہ کس جرم میں قتل کی گئی۔

ایسے مجرموں کو کبھی نہیں بخشا جا سکتا۔ ان سے مواخذہ ہوگا اور انہیں اپنے جرم عظیم کی جوابدہی کرنی ہوگی، ان کی یہ تجارت بجائے فائدہ کے نقصان دہ اور مضر ثابت ہوگی جس کے خسارہ کا بار یہ کبھی نہ اٹھا سکیں گے۔

قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًۢا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ ۭ قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ۝

(القرآن الحکیم)

تحقیق نقصان میں ہو گئے وہ لوگ جنہوں نے بغیر علم کے بیوقوفی سے اپنی اولاد کو قتل کیا اور جو چیز اللہ نے حلال کی تھی اسے حرام قرار دیا۔ اللہ پر افترا کر کے یہ گمراہ ہو گئے اور ہدایت یافتہ نہیں ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عملی درس کے ساتھ امت کو اس سلسلہ میں عملی درس بھی دیا ہے جس میں عورتوں کے ساتھ حسن سلوک شفقت و رحمت اور قربت و محبت کی تعلیم دی ہے۔

صحیح بخاری کی روایت ہے کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نواسی امامہ بنت ابی العاص کو لئے ہوئے نماز کے ارادے سے گھر سے نکلے، راوی کا بیان ہے کہ جب آپ رکوع کرتے تو انہیں اتار دیتے اور پھر جب کھڑے ہوتے تو اپنے کندھے پر بٹھا لیتے تھے۔ امامہ آپ کے نزدیک بہت محبوب تھیں۔

اسی طرح ایک دن آپ ایک ہار لئے ہوئے گھر میں داخل ہوئے اور فرمایا میں یہ ہار اسکو دوں گا جو میرے نزدیک تم میں سب سے زیادہ محبوب ہے۔ ازواج مطہرات نے سوچا کہ آپ حضرت عائشہ رض کو دیں گے۔ آپ نے امامہ کے گلے میں وہ ہار پہنا دیا۔

ام خالد کا بیان ہے کہ ایک دن میں اپنے والد کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی میں نے ایک سفید قمیص پہن رکھی تھی، آپ نے فرمایا "سنہ سنہ" یہ حبشی لغت ہے جس کے معنی حسنہ کے آتے ہیں۔ اس کے بعد فرماتی ہیں کہ میں خاتم

نبوت سے کھیلنے لگی۔ میرے والد نے مجھے ڈانٹا کہ کیا کر رہی ہو؟ حضورؐ نے منع فرمایا اور کہا کہ "کھیلنے دو" اور میرے لئے دعا فرمائی ع

"تم سلامت رہو ہزار برس"

اسلام نے ہمیشہ عورت پر رحیمانہ و کریمانہ نظر ڈالی ہے اور ان کے ساتھ نرمی، مہربانی، حسن معاشرت، احسان و سلوک کا معاملہ کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔

دشمن کی گلی کے پھول بھی خار ہوتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے کہ ایک مشرکہ دشمنوں کے ساتھ مقید ہو کر دربار نبویؐ میں حاضر کی جاتی ہے اس کے باوجود آپ کا طرز کلام رحیمانہ طریقہ خطاب کریمانہ و سلوک ایسا شفیقانہ ہوتا ہے کہ وہ دنگ رہ جاتی ہے۔

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضؓ کو فوج کا ایک دستہ دیکر یمن کی جانب روانہ فرمایا، قبیلہ طے کے لوگوں سے قتل و قتال ہوا، جب قیدی خدمت اقدسؐ میں حاضر کئے گئے تو ان میں سے سفانہ بنت حاتم طائی نے کھڑے ہو کر عرض کیا، یا محمدؐ میرے والد کا انتقال ہو گیا ہے، کوئی یار و مددگار نہیں ہے اگر تم مناسب سمجھو تو مجھے رہا کر دو۔ میرا باپ اپنی قوم کا سردار تھا کمزوروں اور زیر دستوں کی مدد کرتا تھا ظالموں کا سر کچلتا تھا، پڑوسیوں کی حفاظت کرتا تھا، مظلوم کی حمایت کرتا تھا، بھوکوں کو کھانا کھلاتا تھا ملنے والوں کو سلام کرتا تھا، مصائب کا ڈٹ کر مقابلہ کرتا تھا اس کے در پر جو بھی کوئی حاجت لیکر آتا اُسے وہ پوری کرتا تھا کوئی اس کے در سے ناکام نہیں لوٹتا میں حاتم طائی کی بیٹی سفانہ ہوں۔ اس کی تقریر سُن کر آپؐ نے فرمایا، یہ صفات تو مومنوں میں ہوتی ہیں اگر وہ مسلمان ہوتا تو ہم اس کیلئے دعائے رحمت و مغفرت کرتے پھر آپؐ نے فرمایا اسے چھوڑ دو کیونکہ اس کا باپ مکارم اخلاق کا حامل تھا۔

اسکے بعد آپؐ صحابہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اپنی قوم کے ان باعزت افراد پر رحم کرو جو آج اتفاق سے ذلیل ہو گئے ہیں۔ ان مالداروں پر رحم کرو جو آج فقیر ہو گئے ہیں اور ان عالموں پر رحم کرو جو جاہلوں میں پڑ کر تباہ و برباد ہو گئے ہیں۔

اس کے بعد آپ نے سفانہ کی عزت افزائی اور سرفرازی کیلئے تمام قیدیوں کو آزاد کر دیا۔ سفانہ نے خوش ہو کر حضورؐ کیلئے دعا کی اجازت طلب کی۔ آپ نے اجازت دیدی اور صحابہ رضؓ سے فرمایا، جو کچھ یہ کہتی ہے غور سے سنو اور یاد کرو۔ اس نے دعا کی اللہ آپ پر خیر و برکت نازل فرمائے اور آپ کو کبھی کسی ذلیل و خوار کا محتاج نہ کرے اور اگر اللہ کسی شریف قوم کی نعمتیں چھین لے تو آپ کو اس کی واپسی کا سبب بنائے۔

حکمت نبویؐ نے یہ ظاہر کر دیا کہ عورت کے اندر ایک ایسا جوہر موجود ہے کہ اگر اسے کوئی مربی مل جائے تو بہت بلند رادیاب ہو سکتی ہے۔

سفانہ سیدھے دومۃ الجندل اپنے بھائی عدی بن حاتم کے پاس پہونچی اور اس سے کہا کہ اگر خاندانی شرافت و سخاوت کو باقی رکھنا چاہتے ہو تو فوراً دربار نبویؐ میں حاضر ہو جاؤ۔ اس لئے کہ میں نے اس شخص میں ایسی ایسی خوبیاں دیکھی ہیں۔ عنقریب وہ پورے عرب پر غالب آجائے گا، اس کے سلوک طرز و طریقہ اور حسن معاشرت نے مجھے تعجب میں ڈال رکھا ہے۔ وہ فقیر کو محبوب رکھتا ہے اور اسیر کو آزاد کرتا ہے، صغیر پر رحم کرتا ہے کبیر کی قدر کرتا ہے میں نے اس سے بڑا سخی اور کریم نہیں دیکھا۔ اس کے نبیؐ ہونے میں کوئی شک نہیں، لہٰذا تم فوراً جا کر حاضر خدمت ہو جاؤ تاکہ سبقت کی فضیلت حاصل ہو جائے۔

عدی بن حاتم نے بہت غور سے بہن کی باتیں سنیں۔ اس کے بعد دونوں بہن بھائی دربار نبویؐ میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ عورتوں کے ساتھ حسن معاشرت اور حسن سلوک کا برتاؤ کرنے کی تاکید فرمایا کرتے تھے اگرچہ جاریہ ہی کیوں نہ ہو۔

ایک مرتبہ ایک باندی اپنے آقا کی بکریاں چرانے کیلئے جنگل لے گئی۔

بھیڑیے نے حملہ کر کے ایک بکری کو پھاڑ ڈالا، اس کے مالک نے اسے بے تحاشہ مارنا پیٹنا شروع کر دیا۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی تو آپ بہت غصہ ہوئے یہاں تک کہ چہرۂ مبارک سرخ ہو گیا۔ کسی کو بات کرنے کی جرأت تک نہ ہوتی تھی وہ شخص سر جھکائے خاموش کھڑا تھا اور آپ بار بار فرماتے تھے۔

اس کے بعد صحابہؓ کو متوجہ کر کے فرمایا کہ تمہارے خدام، تمہارے بھائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان کا نگراں مقرر فرمایا ہے۔ اب اس شخص کے سامنے سوائے اس کے کہ چارہ کو آزاد کر دے اور کوئی راہ نہ تھی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جلالت شان اور رعب و دبدبہ کے باوجود گھر کے خادم سے گھلے ملے رہتے اور ان سے خندہ پیشانی سے ملتے تھے

ام ایمن حبشیہ آپ کو باپ کے ورثہ میں ملی تھیں آپ انہیں یا ام کہکر پکارتے تھے ان کی زبان ذرا سخت تھی۔ حضور کو دیکھتیں تو کہتیں "سلام الالہ اعلیکم" (سلام اللہ علیکم) آپ نے انہیں اجازت دیدی کہ محض السلام کہا کریں۔

جب آپ غزوۂ حنین کیلئے تشریف لے جا رہے تھے تو ام ایمن نے آپ کو وداع کرتے ہوئے دعا فرمائی "سبت اللہ اقدامکم"۔۔ (اللہ تمہارے پیروں کو جمنے نہ دے۔ حالانکہ وہ کہنا چاہتی تھیں۔ ثبت اللہ اقدامکم" اللہ تمہارے قدم ثابت رکھے لیکن زبان سخت ہونے کی وجہ سے بجائے ثا کے سین نکل گئی۔

آپ نے فرمایا "اسکتی یا ام ایمن" خدا کیلئے خاموش ہو جائیے کیونکہ آپ کی زبان میں ختونت ہے۔

اگر حقیقت کی نظر سے دیکھا جائے تو عورت ہی قوم و ملک کے عروج و زوال کی واحد ذمہ دار نظر آئے گی، قوم کے ان گراں مایہ نونہالو کی تعلیم و تربیت اگر صحیح طور پر کی گئی تو خیر ورنہ یہی آگے چل کر تباہی و بربادی کا سبب بن جاتے ہیں۔

جن لوگوں کے سامنے قوموں کے عروج و زوال کی داستانیں ہیں وہ اس حقیقت سے خوب واقف ہیں ان کو معلوم ہے کہ سکندر آسمان سے نہیں ٹپکا تھا، افلاطون، ارسطو زمین سے کھود کر نہیں نکالے گئے تھے۔ ہارون و مامون سطح دریا پر نہیں پائے گئے تھے۔ ملکہ ماں جیسی باعظمت ہستی نے انہیں اپنے خون سے سینچکر سرسبز و شاداب کیا۔

میدانی کی روایت ہے کہ ایک رات حضرت عمرؓ گشت کرتے ہوئے مدینہ کے ایک بازار سے گذرے۔ دیکھا کہ ایک عورت دودھ بیچ رہی ہے اور اسکی بغل میں ایک جوان لڑکی بیٹھی ہوئی ہے۔ اس بڑھیا نے دودھ میں پانی ملانا چاہا، تو لڑکی نے منع کیا اور کہا، آپ یہ کیا کر رہی ہیں؟ یہ سنکر حضرت عمرؓ ٹھہر گئے اور اس عورت سے پوچھا کہ یہ لڑکی تمہاری کون ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میری بیٹی ہے۔ آپ نے اپنے صاحبزادے حضرت عاصم سے اس کی شادی کر دی۔

حضرت عمرؓ نے اسکی باتوں سے جس صداقت، سچائی اور عمومیت کا اندازہ کیا تھا آخر وہ ایک دن ثابت ہو گیا اور دنیا نے دیکھ لیا کہ آگے چل کر یہی لڑکی بنی امیہ کے چشم و چراغ اور عدل و انصاف کے مجسمہ عمر بن عبد العزیزؒ کی نانی بنی، اس طرح اس نے اسلام کی بجھتی ہوئی آگ پر روغن کا کام کیا۔

اسلام نے جہاں عورتوں پر بہت سے مردوں کے حقوق واجب کئے ہیں، وہیں مردوں پر بھی عورتوں کے حقوق کو لازم کر رکھا ہے اور دونوں کو اپنے اپنے حقوق اور فرائض کی ادائیگی کو ضروری قرار دے کر زندگی کو خوشگوار بنانے کی تعلیم دی ہے۔

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي	اور عورتوں کا حق (مردوں پر) ویسا
عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ	ہی ہے جیسے دستور کے مطابق
وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ	(مردوں کا حق) عورتوں پر ہے
دَرَجَةٌ (القرآن الحکیم)	البتہ مردوں کو عورتوں پر فضیلت ہے۔

ایک مرتبہ خطیبۂ عرب اسماء بنت یزید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا "یا رسول اللہ! مجھے عرب کی عورتوں نے اپنا نمائندہ بنا کر آپکی خدمت میں بھیجا ہے۔

(باقی صفحہ پر)

بقیہ صفحہ ۱۹:- اللہ تعالیٰ نے آپ کو مرد و عورت، دونوں کی ہدایت کے لئے بھیجا۔ ہم سب آپ پر ایمان لائے، ہم عورت ذات ہیں، رات دن گھر کی چہار دیواری میں مقید رہتی ہیں اور بال بچوں کی دیکھ بھال کرتی رہتی ہیں۔۔ اور آپ لوگ مرد ہیں اور ہم سے کئی چیزوں میں بڑھے ہوئے ہیں۔

آپ لوگوں کے لئے جمعہ ہے، جماعت ہے نماز جنازہ ہے اور جتنے چاہیں حج بھی کر سکتے ہیں۔ اور سب سے بڑی فضیلت جو آپ لوگوں کو حاصل ہے وہ جہاد فی سبیل اللہ ہے۔

آپ لوگ جب گھر سے حج وغیرہ یا جہاد کے لئے نکلتے ہیں تو ہم آپ کے اموال و اولاد کی حفاظت کرتی ہیں۔ سامان سفر درست کرتی ہیں۔ بخیر و عافیت لوٹنے کی دعا کرتی ہیں۔ کیا آپ لوگ ہمیں بھی ثواب میں شریک کریں گے؟"

آپ نے صحابہ کو متوجہ کر کے پوچھا "کیا تم نے کسی عورت کو اس سے اچھا دینی سوال کرتے ہوئے سنا ہے؟"

صحابہ نے عرض کیا "بے شک! آج تک کسی عورت نے ایسا عمدہ سوال نہیں کیا"۔

اس کے بعد آپ نے اسماء بنت یزید کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔

"جا کر ان عورتوں سے کہہ دو کہ عورت کا اپنے شوہر کی تابعداری کرنا اور ازدواجی زندگی کو خوشگوار بنانا مردوں کے ان تمام افعال کے برابر ہے۔"

حضرت اسماء نے جب واپس جا کر عورتوں کو حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا یہ پیغام پہنچایا، تو ان کی باچھیں کھل گئیں۔

ماخذ (محاضرات اسلامیہ)